کلیات

باقیاتِ شعر اقبال

(متروک اردو کلام)

حصہ دوم

مرتبہ

ڈاکٹر صابر کلوروی

اقبال اکادمی پاکستان

تخلیقات کے نئے اور خوبصورت تراجم بھی کیے ہیں۔جن سے بعض انگریزی شعرا سے اقبال کی اثر پذیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ترجمہ کے فن میں ان کی مہارت کا ثبوت ان کی یہی نظمیں ہیں۔علامہ کبھی اصل خیال پر اضافہ کرتے ہیں اور یوں ان کے ہاں ترجمہ تخلیق کا درجہ اختیار کرتا نظر آتا ہے۔

اقبال کی فرمائشی نظمیں

احباب کی فرمائشیں بھی بعض اوقات اقبال کو شعر گوئی پر مجبور کر دیتی تھیں۔ اس طرح کا کلام اقبال کی تاریخ گوئی میں بھی موجود ہے۔باقیات شعر اقبال کی بعض دیگر نظمیں بھی اسی قبیل کی ہیں مثلاً نظم "شکریہ" اُن کے حیدر آباد کے روابط کی مظہر ہے۔"شکریہ انگشتری"،منشی سراج الدین سے علامہ کے مخلصانہ تعلقات کی مظہر ہے[۵]۔ان متروکات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو بعض اوقات احباب کی فرمائشوں کی تعمیل بھی کرنی پڑتی تھی۔مثلاً ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوا تو سر ذوالفقار علی خان کی فرمائش پر وہ "اشک خون" لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔'پنجاب کا خواب'، مائیکل اڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر لکھی جاتی ہے۔لاٹ صاحب اور ڈائریکٹر کا خیر مقدم بھی اسی قبیل کی نظم ہے۔ان فرمائشی نظموں میں وہ نظمیں بھی شامل ہیں جو انجمن حمایت اسلام کے سٹیج سے سنائی گئی تھیں۔ان نظموں کا مقصد انجمن کے لیے چندہ فراہم کرنا تھا۔علامہ کی برجستہ گوئی "اہل درد" کے ۱۲۹ اشعار کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے اور مولوی عبداللہ بسمل کی فرمائش کو پذیرائی حاصل ہوتی ہے[۶]۔

اولیاء اللہ سے عقیدت

اقبال کے مکاتیب کی طرح ان کے شعری باقیات میں بھی اولیاء اللہ سے عقیدت کے کئی نمونے ہمیں مل جاتے ہیں۔اولیاء اللہ سے محبت کا اظہار یوں ہوتا

روشناسِ آسماں ہوں فتح و نصرت کے نشاں
دے ترنم کی صدا ہر بلبلِ ہندوستاں

پہلوے دشمن میں دل لذت کشِ صد چاک ہو
نام انگلستان کا بالاتر از افلاک ہو۴

۱- نپولین بونا پارٹ
۲- ایک جرنیل
۳- Waterlo میدان جنگ
۴- بیاض اعجاز، ص۲۴۵

پنجاب کا جواب

اے تاجدارِ خطۂ جنت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند

محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند
تیغِ جگر شگاف تری ، پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذر محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقادِ خیر و شر
بہروز ، جنگ توز ، جگر سوز ، سینہ ور

رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر
آزادہ ، پر کشادہ ، پری زادہ ، یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرّے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادیِ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامانِ صلحِ دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیبِ کاروبارِ امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب، تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم سے ہے
آبادیٔ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آ گیا کہ گرم ہو میدانِ کار زار
پنجاب ہے مخاطبِ پیغامِ شہر یار

اہلِ وفا کے جوہرِ پنہاں ہوں آشکار
معمور ہو سپاہ سے پہنائے روز گار

تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو
غالب جہاں میں سطوتِ شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں میں نے سیکڑوں ہنگامۂ نبرد
صدیوں رہا ہوں میں اسی وادی کا رہ نورد

طفلِ صغیر بھی مرے جنگاہ میں ہیں مرد
ہوتے ہیں ان کے سامنے شیروں کے رنگ زرد

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرّے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادیٔ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامانِ صلحِ دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیبِ کاروبارِ امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب، تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم سے ہے
آبادیٔ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آ گیا کہ گرم ہو میدانِ کار زار
پنجاب ہے مخاطبِ پیغامِ شہر یار

اہلِ وفا کے جوہرِ پنہاں ہوں آشکار
معمور ہو سپاہ سے پہنائے روز گار

تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو
غالب جہاں میں سطوتِ شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں میں نے سیکڑوں ہنگامۂ نبرد
صدیوں رہا ہوں میں اسی وادی کا رہ نورد

طفلِ صغیر بھی مرے جنگاہ میں ہیں مرد
ہوتے ہیں ان کے سامنے شیروں کے رنگ زرد

میں نخل ہوں وفا کا ، محبت ہے پھل مرا
اس قول پر ہے شاہدِ عادل ، عمل مرا

ہندوستاں کی تیغ ہے فتاحِ ہشت باب
خونخوار ، لالہ بار ، جگر دار ، برق تاب

بیباک ، تابناک ، گہر پاک ، بے حجاب
دل بند ، ارجمند ، سحر خند ، سیم ناب

یہ تیغ دل نواز اگر بے نیام ہو
دشمن کا سر ہو اور نہ سودائے خام ہو

اہلِ وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز
بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز

پردے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز
سرمایۂ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز

سمجھو تو موت ایک مقامِ حیات ہے
قوموں کے واسطے یہ پیامِ حیات ہے

اخلاص بے غرض ہے ، صداقت بھی بے غرض
خدمت بھی بے غرض ہے ، اطاعت بھی بے غرض

عہدِ وفا و مہر و محبت بھی بے غرض
تختِ شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض

لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے
ہندوستاں پہ لطفِ نمایاں ضرور ہے

جب تک چمن کی جلوۂ گل پر اساس ہے
جب تک فروغ لالۂ احمر لباس ہے
جب تک نسیمِ صبح عنادل کو راس ہے
جب تک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے
قائم رہے حکومتِ آئیں اسی طرح
دبتا رہے چکور سے شاہیں اسی طرح

۱- باقیاتِ اقبال، ص ۲۰۶

ایک وید منتر کا ترجمہ

خویشوں سے ہو اندیشہ نہ غیروں سے خطر ہو
احباب سے کھٹکا ہو نہ اعدا سے حذر ہو

روشن مرے سینے میں محبت کا شرر ہو
دل خوف سے آزاد ہو، بے باک نظر ہو

پہلو میں مرے دل ہوئے آشامِ محبت
ہر شے ہو مرے واسطے پیغامِ محبت!

۱- اتروویدِ، سوکت ۱۷، منتر ۱۶، مشمولہ روزگارِ فقیر، جلد دوم، ص ۳۱۸